وزیرستان میں جاری جنگ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم وزیرستان کے حوالہ سے کچھ تاریخی حقائق کا تذکرہ کرتے ہیں جن سے اس جنگ کی شرعی حیثیت کا تعین کرنے میں مدد ملے گی۔ وزیرستان پاکستان کے شمال مغرب میں ایک پہاڑی علاقہ ہے کہ جس کی سرحد افغانستان سے بھی ملتی ہے۔ وزیرستان جغرافیائی اعتبار سے دو حصوں 'شمالی وزیرستان' اور 'جنوبی وزیرستان' میں تقسیم ہے۔ ۱۹۹۸ء کے اندازے کے مطابق شمالی وزیرستان کی آبادی تقریباً تین لاکھ اکسٹھ ہزار اور جنوبی وزیرستان کی آبادی چار لاکھ انتیس ہزار تھی۔ شمالی وزیرستان کا صدر مقام 'میران شاہ' ہے جبکہ جنوبی وزیرستان کا ہیڈ کوارٹر 'وانا' ہے۔ وزیرستان کے مقامی لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد جہاد افغانستان اور طالبان تحریک میں بھی شامل رہی تھی۔ نومبر ۲۰۰۱ء میں افغانستان میں طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد بہت سے غیر ملکی اور مقامی مجاہدین نے وزیرستان کا رخ کیا اور یہاں پناہ لی۔ امریکہ نے ان مجاہدین کے حوالے سے حکومت پاکستان پر دباؤ ڈالا۔ حکومت پاکستان نے جولائی ۲۰۰۲ء میں مقامی قبائلیوں کی رضامندی سے علاقے کی ترقی کے بہانے 'وادی تیرہ' اور 'خیبر ایجنسی' میں اپنی فوجیں اتاریں۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد حکومت نے اچانک ہی جنوبی وزیرستان پر ہلا بول دیا۔ مقامی لوگوں نے حکومت پاکستان کے اس اقدام کو اپنی آزادی کے منافی سمجھا اور پاکستانی افواج و مقامی قبائلیوں کے درمیان جھڑپوں کا آغاز ہوگیا۔ مارچ ۲۰۰۴ء میں 'وانا' کے قریب 'اعظم وارسک' کے مقام پر حکومت اور قبائلیوں کے مابین ایک بڑی جھڑپ ہوئی۔ اپریل ۲۰۰۴ء میں پے در پے ناکامیوں کے بعد حکومت پاکستان نے 'نیک محمد' کی قیادت میں لڑنے والے قبائلیوں سے امن معاہدہ کرلیا۔ جون ۲۰۰۴ء میں 'نیک محمد' کو ایک امریکی میزائل کے ذریعے شہید کردیا گیا۔ اکتوبر ۲۰۰۴ء میں جنوبی وزیرستان کے ایک بڑے رہائشی محسود قبیلے کے جنگجو عبد اللہ محسود مقامی قبائلیوں کے رہنما کے طور پر سامنے آئے تھے۔ یہ حضرت تقریباً ڈیڑھ سال تک گوانتانا موبے جیل میں قید رہے تھے بعد ازاں امریکی حکام نے ان کو رہا کر دیا تھا اور ان کی رہائی کی وجہ آج تک ایک سوالیہ نشان ہے۔ مارچ ۲۰۰۳ء میں یہ رہا کیے گئے تھے۔ درمیان میں ایک ڈیڑھ سال چھپے رہے اور اکتوبر ۲۰۰۴ء کے قریب ایک دم سے میڈیا میں ان کے بیانات آنے شروع ہوگئے۔ عبد اللہ محسود کو میڈیا میں آنے کا بہت شوق تھا یہاں تک کہ ان کا نام ہی میڈیا فرینڈلی کمانڈر کے طور پر معروف ہوگیا تھا' یہ حضرت خود سے ٹی وی چینلز کو فون کرکے اپنے انٹرویو ریکارڈ کرواتے تھے۔ دو چینی انجینیرز کو اغواء کرنے کی وجہ سے ۲۰۰۷ء میں ان کو حکومت پاکستان کی طرف سے شہید کر دیا گیا۔ عبد اللہ محسود کے علاوہ ایک اور جنگجو بیت اللہ محسود بھی مقامی طالبان کے رہنما کے طور پر سامنے آئے۔ بیت اللہ محسود ایک سنجیدہ مزاج اور فہم و فراست رکھنے والے کمانڈر ہیں۔ فروری ۲۰۰۵ء میں بیت اللہ محسود کی قیادت میں قبائلیوں کا حکومت پاکستان سے معاہدہ ہوا۔ بیت اللہ محسود نے عبد اللہ محسود کو بھی اس معاہدے میں شریک کرنے کی درخواست کی لیکن حکومت پاکستان نے چینی انجینیرز کے اغواء کے معاملے کی وجہ سے عبد اللہ کو اس معاہدے میں شامل کرنے سے انکار کردیا۔ جولائی ۲۰۰۷ء میں حکومت پاکستان نے لال مسجد پر حملہ کرتے ہوئے بیسیوں طلباء اور سینکڑوں بچیوں کو شہید کردیا' جس کے رد عمل میں بیت اللہ محسود نے افواج پاکستان پر خودکش حملوں کی دھمکیاں دیں اور معاہدہ توڑنے کا اعلان کیا۔ دسمبر ۲۰۰۷ء میں سات قبائلی ایجنسیوں شمالی وزیرستان' جنوبی وزیرستان' کرم ایجنسی' باجوڑ ایجنسی' خیبر ایجنسی' اورکزئی ایجنسی اور مہمند ایجنسی کے علاوہ مالاکنڈ ڈویژن' سوات اور درہ آدم خیل سے تعلق رکھنے والے ۴۰ کے قریب طالبان رہنماؤں کا اجلاس ہوا اور بیت اللہ محسود کی قیادت میں 'تحریک طالبان پاکستان' کا قیام عمل میں آیا۔ چالیس رکنی شوری بھی مقرر کی گئی اور مولوی عمر کو تحریک کا ترجمان بنایا گیا۔ جنوری ۲۰۰۸ء میں حکومت پاکستان نے دوبارہ محسود قبائل کے خلاف آپریشن شروع کردیا جس کی وجہ سے ہزاروں افراد نے وزیرستان علاقے سے نقل مکانی شروع کردی۔ ۶ فروری ۲۰۰۸ء کو 'تحریک طالبان پاکستان' نے سوات سے وزیرستان تک افواج پاکستان کے خلاف کاروائیاں بند کرنے کا اعلان کیا۔ جنوبی وزیرستان کے مقامی جنگجو 'نیک محمد' ۲۰۰۳ء اور ۲۰۰۴ء میں سینکڑوں غیر ملکیوں کو 'وانا' لے کر آئے تھے۔ یہ غیر ملکی یہاں آکر آباد ہوگئے تھے اور قبائلیوں نے ان پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ ۲۰۰۴ء میں 'نیک محمد' کی قیادت میں قبائلیوں نے افواج پاکستان کو بھاری نقصان پہنچایا جس کے نتیجے میں امن معاہدہ ہوا اور بعد ازاں نیک محمد ایک میزائل حملے میں شہید ہوگئے۔ ان کی شہادت کے بعد ان کے کمانڈروں نے مختلف دھڑے بنالیے اور اپنی اپنی اجارہ داریاں قائم کرلیں۔ طالبان کی اعلی قیادت نے جنوبی وزیرستان میں 'ملا نذیر' کو طالبان کا لیڈر مقرر کردیا۔ جنوبی وزیرستان میں اسی عرصے میں مقامی طالبان کو غیر ملکی ازبک مجاہدین کے رویوں سے کچھ شکایات پیدا ہوئیں اور بہت سے مقامی سرداروں کے قتل کا الزام بھی ازبکوں پر لگایا جاتا رہا۔ ازبک کسی بھی مقامی سردار پر جاسوسی کا الزام لگا کر اس کو قتل کر دیتے تھے۔ انہوں نے زمین میں گڑھے کھود کر اپنی جیلیں بنائی ہوئی تھیں جہاں وہ اپنے مخالفین کو قید رکھتے تھے۔ صورت حال اس وقت زیادہ خراب ہوئی جب القاعدہ سے متعلق ایک عرب مجاہد سیف العادل کو ازبکوں نے شہید کر دیا۔ مقامی طالبان ملا نذیر کی قیادت میں ازبکوں کے خلاف اکھٹے ہوگئے اور مقامی و غیر ملکی مجاہدین میں آپس کی لڑائی شروع ہوگئی۔ ازبک مجاہدین تین حصوں میں تقسیم ہوگئے۔ ان کا ایک حصہ تو مقامی طالبان سے مل گیا جب ایک حصہ میر علی کی قیادت میں شمالی وزیرستان چلا گیا اور تیسرا حصہ قاری طاہر یلداشیو کی قیادت میں مقامی طالبان سے جہاد کرتا رہا۔ اس جہاد کے نتیجے سینکڑوں مجاہدین شہید ہوئے اور بالآخر مقامی طالبان نے ازبک مجاہدین کا کنٹرول علاقے سے ختم کردیا۔ شمالی وزیرستان کی طرف پیش قدمی افواج پاکستان کی طرف سے ۲۰۰۲ء میں ہوئی تھی۔ ۲۰۰۴ء کے شروع سے ہی مقامی طالبان اور سیکورٹی فورسز کے مابین گاہے بگاہے جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ حکومت پاکستان کا یہ دعوی تھا کہ اس علاقے میں وہ غیر ملکی اور القاعدہ کے مجاہدین موجود ہیں جو حکومت پاکستان اور امریکہ کو مطلوب ہیں۔ شمالی وزیرستان کی صورت حال اس وقت زیادہ خراب ہوگئی جب مارچ ۲۰۰۶ء میں پاکستانی سیکورٹی فورسز نے شمالی وزیرستان کے صدر مقام 'میران شاہ' پر حملہ کردیا اور اس حملے میں فضائیہ کا بھرپور استعمال کیا گیا۔ فضائی حملوں کے نتیجے میں شہر تباہ ہوکر رہ گیا اور تقریباً تمام آبادی پشاور' ڈیرہ اسماعیل خان اور ضلع ٹانک کی طرف ہجرت کرگئی۔ اڑھائی برس کی اس باہمی جنگ کے بعد ۴۵ قبائل کے گرینڈ جرگہ اور حکومت کے مابین امن معاہدہ ہوگیا۔ یہ معاہدہ ۲۰ جولائی ۲۰۰۶ء کو ہوا۔ وزیرستان کی جنگ ہمارے نزدیک دفاعی جنگ تھی جو کہ حکومت پاکستان نے قبائلیوں پر مسلط کی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب